اس سب کے باوجود آنجناب کا اب دوبارہ الزامات کی وضاحت کے لیے معینہ فہرست کے مطالبے کا مقصد معاملے کو ''طول دینے اور مزید اُلجھانے'' کے علاوہ اور کیا ہوسکتا ہے؟

مزید برآں وفاق المدارس کی قیادت نے اس موقعہ پر بھی بائیکاٹ کی تجویز دینے کی بجائے معاملہ کو بات چیت سے منطقی انجام تک پہنچانے کے لیے آپ سے کراچی تشریف لاکر مؤقف کی وضاحت کے لیے وقت مانگا تو آپ نے مدرسہ میں یک ماہی امتحان کا عذر پیش کرنے کے علاوہ یہ کہہ کر سفر سے معذرت کردی کہ ''جب تک وفاق المدارس کی قیادت کا ذہن صاف نہیں ہوتا، تو آپ کسی اجلاس میں شریک نہیں ہوں گے''، محترم راشدی صاحب کیا یہ ہے وہ شرعی اصول جس کا موجودہ خط میں رونا رویا گیا ہے کہ ''وضاحت نہیں مانگی گئی اور یک طرفہ فیصلہ سنادیا گیا ہے؟!!''، اے کاش آنجناب اس وقت اپنے ذکر کردہ اس شرعی اصول کو ملحوظ خاطر رکھ کر وضاحت کے لیے پیش ہوتے اور اپنے اوپر لگائے گئے الزامات کی وضاحت فرماتے تو شاید ''بائیکاٹ'' کی تجویز کی نوبت ہی نہ آتی، لیکن بغیر وضاحت پیش کیے اپنے ہی بیان کردہ اصول کی خلاف ورزی کر کے یہ مطالبہ کرنا کہ وفاق کی قیادت کا پہلے ذہن صاف ہوجائے نری زبردستی نہیں تو اور کیا ہے؟!! آپ کا طرزِ عمل تو بتلا رہا ہے کہ آپ وضاحت کے لیے ہرگز پیش نہیں ہوں گے، تحریر کے ذریعے معاملہ کو مزید طول دے کر اُلجھاتے رہیں گے اور دوسری طرف وفاق کی قیادت کا ذہن خود بخود صاف ہوجائے، یہ کیسے ممکن ہے؟ کیا یہ ہیں اخلاقی حدود اور مسلمہ شرعی اصول کہ وفاق کی قیادت تو معاملہ سلجھانے کے لیے بار بار آپ سے وضاحت کے لیے حاضری کی درخوست کرتی رہی اور آپ ہر دفعہ دامن بچاتے رہے اور کبھی حاضری کی زحمت گوارا نہیں کی!!

۶۔ آنجناب نے وفاق المدارس کی غیر جانبدار کمیٹی میں پیش ہونے کے بجائے ''الشریعہ'' مئی رجون ۲۰۰۹ء کے شمارے میں اپنا مؤقف نہایت ہی وضاحت کے ساتھ ''ارباب علم ودانش کی عدالت میں الشریعہ کا مقدمہ'' کے عنوان سے بیان فرمایا، کیا آپ یہ بتانا پسند فرمائیں گے کہ آپ نے وفاق کی مجلس عاملہ کی عدالت میں پیش ہونے کے بجائے الشریعہ کے ارباب عقل و دانش کی عدالت میں اپنا مقدمہ کیوں دائر کردیا؟ کیا آپ کے نزدیک مجلس عاملہ والے حضرات کی حیثیت اتنی بھی نہیں کہ آپ نے ایک دفعہ بھی ان کے سامنے پیش ہونے کی زحمت گوارا نہیں کی اور الشریعہ کے نام نہاد ارباب عقل و دانش کو اپنے اکابر پر ترجیح دی، آخر کیوں؟! پھر یہ الشریعہ کے نام نہاد ارباب و دانش کون ہیں؟ کیا یہ وہی لوگ تو نہیں جن کے غلط سلط مضامین الشریعہ میں احترام کے ساتھ شائع ہوتے رہتے ہیں؟!!۔ اتنی بات تو یقینی ہے کہ الشریعہ کے یہ ارباب عقل و دانش وفاق کی قیادت اور مجلس عاملہ کے ارکان اور غیر جانبدار کمیٹی کے معزز حضرات تو نہیں، کیوں کہ اگر وہ مراد ہوتے تو آنجناب ایک دفعہ تو ضرور ان کے روبرو پیش ہونے کی زحمت گوارا فرمالیتے، لیکن یہ بالکل واضح ہے کہ آپ نے ایسا نہیں کیا بلکہ اپنا مقدمہ بہت ہوشیاری کے ساتھ اپنی پسند کی کسی دوسری عدالت میں لے گئے، اس کے بعد اگر کسی صاحب نے الشریعہ کی عدالت میں جواب دعویٰ دائر کیا تو آنجناب نے اپنے ہی تمام مسلمہ اصولوں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اسے الشریعہ میں شائع نہیں کیا، یہ سب کرنے کے بعد اب دوبارہ وضاحت نہ مانگے

جانے کا واویلا کرنا اور مسلمہ شرعی اصولوں کی خلاف ورزی کا الزام عائد کر کے پھر سے کمیٹی کا مطالبہ بالکل بھی سمجھ سے بالاتر بات ہے۔

۷۔ الشریعہ مئی/جون ۲۰۰۹ء والے مؤقف کے بارے میں آنجناب نے کہا تھا کہ ''یہ میرا اول اور آخر مؤقف ہے، جس میں کسی قسم کی نظر ثانی کے لیے میں تیار نہیں''، اب آپ ہی فرمائیں کہ ''اول اور آخر مؤقف جس میں کسی قسم کی نظر ثانی کی گنجائش بھی نہیں'' کے سامنے ہوتے ہوئے رجوع الی الحق کی فہمائش کی جائے، بصورت دیگر بائیکات کی تجویز دی جائے تو یہ کس مسلمہ شرعی اصول کی خلاف ورزی ہوئی، مزید اس کے بعد آپ کا یہ کہنا کہ ''مدعی علیہ کو جواب کا موقعہ دیے بغیر فیصلہ سنایا گیا ہے'' کیسے درست ہوسکتا ہے؟! حالاں کہ آنجناب کو نہ صرف جواب کا بھرپور موقعہ دیا گیا تھا، بلکہ ایک غیر جانبدار کمیٹی بھی بنادی گئی تھی، آپ نے اس میں پیش ہوکر کسی وضاحت کی زحمت گوارا نہیں کی، بلکہ تحریری طور سے دفاع کا انداز اختیار فرمانے کے بعد اب دوبارا وضاحتی کمیٹی کا مطالبہ اس سابقہ تبدیل نہ ہونے والے مؤقف پر نظر ثانی کی نیت سے ہے یا پھر حسبِ سابق معاملہ کو طول دے کر الجھانے کی غرض سے ہے؟

۸۔ باقی رہی بات فساد کی اصل جڑ جناب عمار خان ناصر غامدی کی گمراہی کی تو عیاں راچہ بیاں!!

الشریعہ کا ریکارڈ، عمار خان کی تحریرات وکتب، مولانا مفتی عبدالوحد کی کتاب ''عمار خان کا نیا اسلام'' اور دیگر علماء کے مقالات ومضامین آپ کے سامنے ہیں۔ جناب عمار صاحب نے آپ کی سرپرستی کی چھتری تلے اجماع کی حجیت اور اجماع کے وجود کا انکار کیا، اتباع سلف سے انحراف کر کے رجم کی شرعی حیثیت سے انکار کیا، مرد کے طلاق کے حق میں رخنہ اندازی کر کے عورتوں کو طلاق کا حق دینے کے لیے حیلہ سازی کی مذموم کوشش کی، مسجد اقصیٰ کو یہودیوں کا حق قرار دیا، صحابہ کرام پر طعن وتشنیع کی شنیع حرکت کا مرتکب ہوا، اسے حیاتِ عیسیٰ پر عدم یقین ہے، وہ مرتد کی شرعی سزا کا انکار کرتا ہے، وہ قانون ناموس رسالت سے چھیڑ چھاڑ کرتا ہے، افغان طالبان کے دفاعی جہاد کے ساتھ ساتھ اقدامی جہاد کا انکاری ہے، اکابر کا گستاخ ہے، اکابر پر بہتان طرازی کرتا ہے اور مدارس کے نظام تعلیم پر تنقید اور اس کے ساتھ استہزاء کرنا اس کا عام وطیرہ ہے۔ پھر اس پر مستزاد یہ کہ اسے معروف گمراہ، ملحد ومتجدد جاوید غامدی سے نہ صرف یہ کہ شرف تلمذ حاصل ہے بلکہ اسے اس پر فخر بھی ہے۔ وہ اس گمراہ شخص کو نہ صرف دانشور گردانتا ہے بلکہ اسے مجتہدین کی صف میں بھی شمار کرنے کی علی الاعلان جراءت بھی کرتا ہے۔ مزید برآں جناب عمار کو بزعم خود ''اجتہاد'' کا ملکہ بھی حاصل ہے، هذا فليحفظ.

کیا آنجناب کی نظر میں ان میں سے کوئی بات بھی ''فی الواقع گمراہی'' میں داخل نہیں؟ اگر نہیں تو موصوف اور آپ ایک ہی تصویر کے دو رخ ہیں اور اگر یہ سب فی الواقع گمراہی ہے اور یقیناً ہے جیسا کہ خود آنجناب کی بعض تحریرات اور مکالمات سے واضح ہے، تو پھر آپ نے کتنی دفعہ موصوف کو اس کھلی گمراہی سے باز آنے اور توبہ کر کے رجوع الی الحق کی دعوت دی، اور اس نصیحت وفہمائش کو قبول کر کے تاحال رجوع الی الحق نہ کرنے اور فی الواقع گمراہی پر اصرار در اصرار کی صورت میں کیا آپ نے اسے گمراہ قرار دے کے اس سے براءت کا اعلان کیا، یا پھر موجودہ خط کی طرح اس کے لیے

گمراہی کی فہرست اور وضاحت کا موقعہ دینے کے نام پر دفاعی مورچہ کا کام دیا، فلیتأمل.

۹۔ آنجناب کا دعویٰ ہے کہ آپ تمام امور میں جمہور علمائے دیوبند کے مسلک ومشرب کی پابندی کرتے ہیں، حالاں کہ ''آزاد فورم'' آپ ہی کا جاری کردہ ہے جو جمہور علمائے دیوبند کو ہرگز بھی قابل قبول نہیں۔ علماء میں صرف آپ اور آپ کے صاحبزادہ کی تحریریں ہی ایسی کیوں ہیں کہ اہل باطل اور گمراہ فرق انہیں بلا جھجک اپنے مؤقف کی تائید میں پیش کرتے ہیں؟!! اگر آپ درحقیقت تمام امور میں جمہور علمائے دیوبند کے مسلک ومشرب کے پابند ہیں تو پھر بتلائیے کہ الشریعہ کا آزاد فورم آخر کس بلا کا نام، کیا اسی کا نام آپ نے اکابر دیوبند کا مؤقف تو نہیں رکھ لیا؟

۱۰۔ یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ جمہور علمائے دیوبند کا مسلکی مزاج اور دینی ونظریاتی افکار اب کسی بیان کے محتاج نہیں، اپنے تو اپنے غیر بھی علمائے دیوبند کے دینی تشخص اور فکری نظریات سے علی العموم واقف ہیں، چناں چہ اصلاح کی خاطر دی گئی بائیکاٹ کی تجویز پر ''شخصی اور گروہی'' کی پھبتی کس کر مزید کسی کمیٹی کا مطالبہ کسی بھی طرح قرین انصاف نہیں ہوسکتا، لہٰذا معروضی حالات کے تحت دی گئی بائیکاٹ کی تجویز اس وقت جمہور علمائے دیوبند کی تائیدات پر مشتمل ہے۔ کیا جمہور علماء، جن میں وفاق کی اکثر قیادت بھی شامل ہے ''شخصی اور گروہی'' کا مصداق ہیں؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر آنجناب کو سوچنا چاہیے کہ آخر کچھ تو ہے کہ مخلصین کی یہ جماعت آپ اور آپ کے صاحبزادے سے بائیکاٹ کی تجویز دے رہی ہے۔ کیا ان سب کو آنجناب سے کوئی ذاتی عداوت ہے؟ یا سب شریعت کے مسلمہ اصولوں ناواقف ہیں؟ یا ان حضرات نے بغیر کسی جرم کے کسی کو مجرم قرار دے ڈالا؟ کیا اسے کوئی صاحب عقل وخرد تسلیم کرلے گا؟ تلك عشرة كاملة.

الحاصل ہم نے نہایت اخلاص اور پوری دیانت داری سے آپ کی اصلاحِ احوال اور عوام الناس کے ایمان وفکر کی حفاظت کے لیے بائیکاٹ کا فیصلہ کیا تھا، لیکن آپ کے معاملے کو طُول دینے والے طرزِ عمل اور بات کو اُلجھانے والی پالیسی نے سخت مایوس کیا ہے، گویا کہ آپ صرف وقت گزارنے کے خواہش مند ہیں، اس پر جتنا افسوس کیا جائے کم ہے۔ لہٰذا ہم اپنے بائیکاٹ کے فیصلے پر قائم رہتے ہوئے آپ سے گفتگو ختم کررہے ہیں کیوں کہ طول اور بحث برائے بحث کا کوئی فائدہ نہیں، البتہ آپ کو دوبارہ یہی دعوت دیتے ہیں کہ: ذرا سوچئے! اور اپنے طرزِ عمل کا اصلاح کی غرض سے جائزہ لیجیے اور ٹھنڈے دل ودماغ سے اصلاح کی خاطر دی گئی تجاویز پر غور فرمائیں اور انہیں قبول کرکے بہت سے ''فتنوں'' کا سد باب کیجیے، اور

[۱] آزاد فورم کا سلسلہ ختم کرتے ہوئے ماہنامہ الشریعہ کی پالیسی کو جمہور علماء دیوبند کے مسلک کے مطابق بنائیں۔

[۲] عمار خان ناصر کی گمراہی کا اعلان کرکے اس سے ہر قسم کی برأت کا اظہار کریں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کے ایمان کی حفاظت فرمائے اور آخر خاتمہ ایمان پر فرمادے، آمین ثم آمین۔

سلیم اللہ خان

مہتمم جامعہ فاروقیہ کراچی

۱۶ر جمادی الاولی ۱۴۳۵ھ......۱۷ مارچ ۲۰۱۴ء

باسمہ تعالیٰ

بگرامی خدمت مخدومی حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب دامت برکاتہم، رئیس جامعہ فاروقیہ کراچی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ   مزاج گرامی؟

میرے عریضہ کے جواب میں آنجناب کا گرامی نامہ موصول ہوا جس کی طوالت اس لحاظ سے خوشی اور اطمینان کا باعث ہے کہ آنجناب کی صحت ماشاءاللہ اب بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو تادیر صحت وعافیت کے ساتھ سلامت رکھیں، آمین۔

آپ کے گرامی نامہ میں شامل بہت سی باتیں وضاحت طلب ہیں مگر سرِ دست تمام امور کو نظر انداز کرتے ہوئے آپ کے ارشادات کا خلاصہ میں یہ سمجھا ہوں کہ آنجناب میرے مسئلہ کے بارے میں کسی نئے بحث ومباحثہ کی ضرورت محسوس نہیں کرتے اور اس سلسلہ میں اب تک جو کچھ لکھا جا چکا ہے اسے ہی فیصلہ کے لیے کافی سمجھتے ہیں۔ اگر آنجناب کی منشا یہی ہے تو میں اس کے لیے بھی حاضر ہوں صرف ایک شرط کے ساتھ کہ آنجناب چند غیر جانبدار اصحابِ علم کی ایک کمیٹی کی تشکیل سے اتفاق فرما لیں جو:

☆ اس بات کی وضاحت کرے کہ علمی، فکری اور فقہی اختلافات کی حدود کیا ہیں اور کون سے اختلاف پر کسی کو گمراہ اور اہل سنت یا دیوبندیت سے خارج قرار دیا جا سکتا ہے؟

☆ اس کمیٹی کے سامنے ہمارے مسئلہ کے بارے میں دونوں طرف سے اب تک شائع ہونے والا مواد پیش کر دیا جائے جو اس کا مطالعہ کرنے کے بعد وضاحت طلب امور کی وضاحت طلب کرے اور اس کے بعد جو فیصلہ مناسب سمجھے صادر کر دے۔

آنجناب نے وفاق المدارس کی مجلس عاملہ کی طرف سے (۱) حضرت مولانا عبدالرزاق اسکندر مدظلہ (۲) حضرت مولانا محمد رفیع عثمانی مدظلہ (۳) حضرت مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہ اور (۴) حضرت مولانا قاری محمد حنیف جالندھری مدظلہ پر مشتمل جس کمیٹی کے تقرر کا ذکر فرمایا ہے اس سلسلہ میں حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہ نے جامعہ اشرفیہ لاہور میں منعقد ہونے والے علماء دیوبند کے ملک گیر مشترکہ اجتماع کے موقع پر مجھ سے بات کی تھی تو میں نے ان سے عرض کیا تھا کہ مین نے ماہنامہ ''وفاق المدارس'' کے اس طرز عمل کے خلاف احتجاج ریکارڈ کرایا تھا کہ اس نے میرے خلاف جبکہ میں وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی مجلس عاملہ کا رکن اور تخصصات کے نصاب کی کمیٹی کا سربراہ تھا، ایک تند وتیز مضمون مجھ سے رابطہ قائم کیے بغیر اور میرا موقف معلوم کیے بغیر شائع کر دیا تھا۔ اور اس کی وضاحت کے لیے میرا جوابی مضمون شائع کرنے سے انکار کر دیا تھا، اسی وجہ سے میں نے کمیٹی کی سربراہی اور مجلس عاملہ کی رکنیت سے استعفیٰ دیا تھا۔ اور غالباً اسی موقع پر وفاق المدارس کی مجلس عاملہ نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ وفاق کے جریدہ میں علماء دیوبند کے مابین متنازعہ امور کے بارے میں کوئی مضمون شائع نہیں کیا جائے گا۔

حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی مدظلہ سے میں نے جامعہ اشرفیہ لاہور کے مذکورہ اجلاس کے موقع پر یہ عرض کر دیا تھا کہ اب آپ بزرگ اس مسئلہ کے حل کے لیے جو طریق کار مناسب سمجھیں گے میں اس کے لیے حاضر ہوں۔ مگر اس کے بعد آج تک اس سلسلہ میں مجھ سے کوئی رابطہ نہیں کیا گیا۔ اس لیے اگر کسی نئی کمیٹی کے قیام میں آنجناب کو شرح صدر نہ ہو تو ان بزرگوں کی خدمت میں درخواست کی جا سکتی ہے کہ وہ اس مسئلہ کے حل میں کردار ادا کریں۔ میں نے حضرت مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب سے اس وقت جو عرض کیا تھا اس کے لیے اب بھی حاضر ہوں۔

مخدوم گرامی! میرے اب تک کی تمام گزارشات کا بنیادی مقصد صرف یہ ہے کہ دونوں طرف کا موقف سامنے رکھ کر فیصلہ کیا جائے اور یکطرفہ معلومات کو کسی فیصلہ کی بنیاد نہ بنایا جائے۔ اس کے ساتھ ہی ایک چھوٹی سی وضاحت اور ضروری سمجھتا ہوں کہ یہ تاثر قطعی طور پر خلاف واقعہ ہے کہ علمی وفکری مسائل پر میرا طرز عمل اور الشریعہ میں آزادانہ مباحثہ کی پالیسی حضرت والد محترم رحمہ اللہ تعالیٰ کی علالت اور وفات کے بعد شروع کی گئی ہے۔ یہ سب کچھ حضرت والد محترمؒ کی صحت وحیات کے دور میں اور ان کے علم میں اسی طرح ہوتا رہا ہے جس طرح اب ہو رہا ہے۔ اگر آپ مناسب سمجھیں تو اس سلسلہ میں شواہد آپ کی خدمت میں پیش کیے جا سکتے ہیں۔

امید ہے کہ آنجناب ان گزارشات پر مشفقانہ غور فرما کر جواب سے جلد نوازیں گے۔ شکریہ!

والسلام

ابوعمار زاہد الراشدی

خطیب مرکزی جامع مسجد گوجرانوالہ

۲۰ مارچ ۲۰۱۴ء

ابو عمار زاہد الراشدی

ناقدین کی خدمت میں!

میں نے ۲۰ مارچ ۲۰۱۴ء کو حضرت مولانا سلیم اللہ خان مدظلہ کی خدمت میں عریضہ ارسال کیا تھا جس کے جواب کے طویل انتظار کے بعد ۲۲ مئی کو یہ سطور تحریر کرنے کی جسارت کر رہا ہوں اور چونکہ میری معروضات اور استدعا کا جواب دیے جانے کی بجائے اس سارے مواد کی ملک بھر میں اشاعت، تشہیر اور تقسیم کا وسیع پیمانے پر اہتمام کیا گیا ہے، اس لیے میں بھی مجبوراً یہ گزارشات مطبوعہ صورت میں پیش کر رہا ہوں۔ امید ہے کہ محسوس نہیں کیا جائے گا۔

حضرت مولانا سلیم اللہ خان دامت برکاتہم نے اپنے ۱۸ مارچ کے تحریر فرمودہ تفصیلی گرامی نامہ میں مجھ پر اور عمار خان پر الزامات کی جو فہرست بیان فرمائی ہے، ان کے حوالہ سے عرض ہے کہ وہ سب کم و بیش وہی ہیں جو اس سے قبل متعدد بار بعض حضرات کی طرف سے سامنے آتے رہے ہیں اور ان کے تفصیلی جوابات ماہنامہ الشریعہ اور ماہنامہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ میں شائع ہو چکے ہیں۔ مگر اب وہی سب باتیں جوابی موقف کا مطالعہ کیے بغیر پھر سے یک طرفہ طور پر اس گرامی نامہ میں شامل کر دی گئی ہیں۔ ہمارے ہاں بدقسمتی سے یہ مزاج راسخ ہوتا جا رہا ہے کہ ہم نے جس کے خلاف کچھ کہنا ہوتا ہے، اس کا موقف اس سے نہیں پوچھتے بلکہ اس کی چند عبارات کو سامنے رکھ کر خود طے کرتے ہیں اور اگر وہ جواب میں اپنے موقف کی وضاحت کرے تو اسے یہ حق دینے کے لیے تیار نہیں ہوتے۔ ماضی میں یہ طرز عمل مولانا احمد رضا خان نے اختیار کیا تھا کہ اکابر علماء دیوبند کی کتابوں سے اپنے مطلب کی چند عبارات منتخب کر کے ان سے اپنی مرضی کے نتائج اخذ کیے تھے اور ان پر ایک استفتا کی بنیاد رکھی تھی جس پر حرمین شریفین کے علماء کرام سے فتویٰ حاصل کیا گیا تھا اور جب اکابر علماء دیوبند رحمہم اللہ تعالیٰ نے ''المہند علی المفند'' کی صورت میں اپنا موقف واضح کیا تو ان کی وضاحت کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا گیا تھا جو اب تک جاری ہے۔

ہمارے ساتھ بھی وہی معاملہ ہوا ہے کہ ہماری تحریروں سے اپنے مطلب کی عبارات چھانٹی گئی ہیں اور ان پر فتویٰ اور مہم بازی کی پوری عمارت کھڑی کر دی گئی ہے۔ ہمارا موقف ہم سے پوچھنے کی بجائے از خود طے کر لیا گیا ہے اور سب کچھ ہو جانے کے بعد ہم اپنے موقف کی وضاحت کا حق مانگ رہے ہیں تو اسے ''بحث کو آگے بڑھانے اور مزید طول دے کر معاملہ کو الجھانے'' کا عنوان دے کر یہ حق دینے سے صاف انکار کر دیا گیا ہے۔ حضرت مولانا سلیم اللہ خان دامت برکاتہم کے مکتوب گرامی میں جتنی باتیں تحریر فرمائی گئی ہیں، وہ سب الزامات ہیں۔ کسی ایک کے ساتھ کوئی دلیل،

حوالہ یا ثبوت موجود نہیں ہے، بلکہ اس سے قبل جس فتویٰ کو ''متفقہ فتویٰ'' قرار دیا گیا ہے، اس میں بھی صرف یک طرفہ دعویٰ اور الزامات کا ذکر ہے جبکہ ملک بھر کے جن ذمہ دار مفتیان کرام نے اس پر دستخط کرنے سے انکار کیا ہے، ان کی فہرست سامنے لائی جائے تو دستخط کرنے والے بزرگوں کی تعداد اس کے ''متفقہ'' ہونے کی حیثیت کو واضح کر دے گی۔

مکتوب گرامی میں وفاق المدارس کے معاملہ کا حوالہ دیا گیا ہے اور دو شکوے کیے گئے ہیں۔ ایک یہ کہ میں نے زبانی گفتگو کے ذریعے مسئلہ حل کرنے کی بجائے تحریری مکالمہ کو ترجیح دی ہے اور دوسرا یہ کہ وفاق المدارس نے جو کمیٹی قائم کی تھی، میں نے اس کے سامنے پیش ہونے سے انکار کر دیا تھا۔ اصل صورت حال یہ ہے کہ زبانی گفتگو کی بجائے تحریری مکالمہ کا راستہ میں نے اختیار نہیں کیا بلکہ دونوں مرتبہ دوسری طرف سے اس کا آغاز ہوا ہے۔ وفاق المدارس کے مجلّہ نے میرے خلاف تند و تیز مضمون شائع کیا تھا تو اس سے قبل مجھ سے زبانی بات چیت کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی تھی اور جب اس مضمون کے جواب میں اپنا وضاحتی مضمون میں نے بھجوایا تو اسے شائع کرنے سے انکار کر دیا گیا تھا۔ دوسری بار بھی فتویٰ صادر کرنے سے پہلے مجھ سے گفتگو مناسب نہیں سمجھی گئی تھی اور فتویٰ صادر ہونے کے بعد میں نے جب غیر جانبدار مفتیان کرام کی کمیٹی گفتگو کے لیے قائم کرنے کی درخواست کی تو اس سے انکار کر دیا گیا۔ اس لیے میں نے اگر تحریری دفاع کا راستہ اختیار کیا ہے تو یہ جواباً ہے، اس کی پہل میں نے نہیں کی۔

جہاں تک وفاق المدارس کی کمیٹی کی بات ہے، یہ درست ہے کہ میں نے اپنا جواب اور وضاحتی موقف ماہنامہ ''وفاق المدارس'' میں شائع نہ کرنے پر احتجاج کیا تھا اور میں اب بھی اس احتجاج میں خود کو حق بجانب سمجھتا ہوں، بالخصوص اس پس منظر میں کہ وفاق المدارس کی مجلس شوریٰ کے ۹/اپریل ۲۰۰۹ء کے اجلاس میں جہاں ''الشریعہ'' پر ''وفاق المدارس'' کے تبصرے اور میرے احتجاجی استعفے کے حوالے سے میرے ساتھ گفتگو کے لیے اکابر علماء کرام کی کمیٹی قائم کرنے کا فیصلہ ہوا، وہیں یہ بھی طے ہوا کہ ماہنامہ ''وفاق المدارس'' میں ''ایسے مضامین جو اکابر علماء دیوبند میں اختلاف یا انتشار کا ذریعہ بن سکتے ہوں، ان سے اجتناب کیا جائے گا۔'' (بحوالہ کارروائی مجلس شوریٰ) اس کا مطلب یہ ہے کہ وفاق المدارس کی مجلس شوریٰ نے بھی اختلافی مضمون کی اشاعت کو پسند نہیں کیا تھا۔

بہرحال اس کے بعد جب اپریل ۲۰۱۰ء کے دوران جامعہ اشرفیہ لاہور میں ہونے والے علماء دیوبند کے ملک گیر اجتماع کے موقع پر اس کمیٹی کے بزرگ رکن حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی نے اس سلسلے میں مجھ سے بات کی تو میں نے ان سے عرض کر دیا تھا کہ میں نے اس وقت احتجاج ریکارڈ کروایا تھا۔ اب میں حاضر ہوں۔ آپ بزرگ ہیں، جو فرمائیں گے اس کے مطابق کروں گا۔ لیکن اس کے بعد اس سلسلے میں کوئی پیش رفت نہیں ہوئی، جبکہ صدر وفاق کی خدمت میں اس کے بعد تین مرتبہ میری حاضری ہو چکی ہے اور وہی اس کمیٹی کے سربراہ ہیں جو اس حوالے سے قائم کی گئی تھی۔

☆ جامعہ اشرفیہ کے مذکورہ اجلاس کے موقع پر میں مسلسل دو روز ان کی خدمت میں حاضر رہا۔

☆ جامعہ احسن المدارس کراچی کے معصوم طلبہ کی شہادت کے بعد چند سرکردہ حضرات کا جو اجلاس اسلام آباد میں حضرت مولانا فضل الرحمٰن کی رہائش گاہ پر حضرت مولانا سلیم اللہ خان مدظلہ کی صدارت میں منعقد ہوا، اس

اجلاس میں ان کی خدمت میں میری حاضری ہوئی۔

☆ ۱۷ اپریل ۲۰۱۳ء کو وفاق المدارس کے مسئولین کا جو اجلاس ملتان میں حضرت مولانا سلیم اللہ خان کی صدارت میں ہوا، اس کی ایک نشست میں مجھے خصوصی طور پر بلایا گیا۔ یہ نشست وفاق المدارس کے زیر اہتمام مجوزہ عالمی اجتماع کی تیاریوں کے لیے تھی۔ اس میں سات رکنی ''میڈیا کمیٹی'' قائم کر کے مجھے اس کا مسئول بنایا گیا اور میں نے اس حوالے سے اسلام آباد میں باضابطہ اجلاس کر کے سرگرمیوں کا آغاز بھی کر دیا تھا۔

حضرت مولانا سلیم اللہ خان مدظلہ کو یاد ہوگا کہ ملتان کے مذکورہ اجلاس کے بعد میں ان کی مجلس میں بیٹھا تھا تو انہوں نے ایک بات بطور شکوہ فرمائی تھی کہ ''تم نے وفاق المدارس کے تحت قدیم فضلاء کے امتحان میں فرضی نام سے شرکت کی تھی''۔ میں نے عرض کیا تھا کہ نہیں، میں اپنے اصل نام کے ساتھ امتحان میں شریک ہوا تھا۔ انہوں نے پوچھا کہ ''کیا تم نے عبد القیوم کے نام سے امتحان نہیں دیا تھا؟'' میں نے عرض کیا کہ نہیں، میں نے عبد المتین کے نام سے امتحان دیا تھا اور وہ میرا اصل نام ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ کیا تمہارا نام زاہد الراشدی نہیں ہے؟ میں نے اس کے جواب میں اپنا شناختی کارڈ ان کی خدمت میں پیش کیا تھا جس میں میرا نام ''محمد عبد المتین خان زاہد'' درج ہے۔ اس پر انہوں نے فرمایا ''اچھا! میں تو اس حوالے سے تم سے بدگمان ہی رہا''۔

میں سمجھتا ہوں کہ اگر اس کے علاوہ کوئی اور ''بدگمانی'' ان کے ذہن میں ہوتی تو اس کا بھی اظہار فرماتے یا ان تین حاضریوں میں سے کسی موقع پر اس کا ذکر فرما دیتے۔ اس لیے اس ملاقات کے بعد میں مطمئن ہو گیا تھا کہ ماضی کے معاملات ماضی کا حصہ بن گئے ہیں اور نظر انداز کر دیے گئے ہیں۔ چنانچہ میں نے بھی سب معاملات بھلا دیے اور حضرت موصوف کے حکم پر ''میڈیا کمیٹی'' کے مسئول کے طور پر وفاق المدارس کے لیے پھر سے متحرک ہو گیا جس کی رپورٹ ماہنامہ ''وفاق المدارس'' کے جون ۲۰۱۳ء کے شمارے میں شائع ہو چکی ہے۔ اس پس منظر میں میرا خیال تھا اور اب بھی ہے کہ جس ''فتویٰ'' پر حضرت مدظلہ سے دستخط لیے گئے ہیں اور پھر ان کے نام پر دوسرے بزرگوں سے دستخط لینے کی مہم چلائی گئی ہے، وہ خود ان کا تحریر کردہ نہیں ہے جس کی تائید اس تحریر کی زبان اور اسلوب سے بھی ہوتی ہے۔ میں ان کا پرانا نیازمند ہوں۔ ان کی بزرگانہ شفقت سے ہمیشہ فیض یاب ہوتا رہا ہوں اور ان کے دینی، علمی اور اخلاقی مرتبہ و مقام سے کچھ نہ کچھ ضرور آگاہ ہوں۔ اس لیے کسی طرح بھی اس تحریر کو ان کے قلم سے باور کرنے کو جی نہیں چاہتا۔

دراصل کچھ لوگوں کا مزاج اور شوق یہ ہوتا ہے کہ وہ بزرگوں سے اپنے مطلب کی بات کہلوانے یا ان کی بات میں اپنی بات شامل کر کے اس کا وزن بڑھانے کے لیے ان کے گرد ''تلک الغرانیق العلی'' جیسا ماحول پیدا کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں اور جتنا بڑا بزرگ ہوتا ہے، اسی درجہ کی یہ کوشش بھی ہوتی ہے۔ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس اور ماحول تک کو معاف نہیں کیا گیا تو دوسرا کون اس سے بچ سکتا ہے؟ البتہ یہ فرق ضرور ہے کہ اس وقت وحی جاری ہونے کی وجہ سے ''فینسخ اللّٰہ ما یلقی الشیطان ثم یحکم اللّٰہ آیاتہ'' کا اہتمام ہو گیا تھا اور اب وحی کا دروازہ بند ہونے کے بعد اس کا امکان نہیں رہا۔ اب صرف فراست و بصیرت کے ذریعے ہی اس قسم کے ماحول سے بچا جا سکتا ہے۔

مجھے یاد ہے کہ حضرت والد محترم نور اللہ مرقدہ جب کئی سال سے مسلسل بستر علالت پر تھے اور میں وقتاً فوقتاً ان کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا، ایک بار حاضر ہوا تو کچھ نوجوان ان کے گرد بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت والد محترمؒ نے مجھے دیکھتے ہی فرمایا کہ اچھا ہوا، تم آ گئے۔ یہ لڑکے دو روز سے میرے پیچھے پڑے ہوئے ہیں اور کسی تحریر پر دستخط کرانا چاہتے ہیں۔ ذرا دیکھ لو، یہ کیا کہتے ہیں؟ میں ان نوجوانوں کو دوسرے کمرے میں لے گیا، وہ تحریر پڑھی جو میرے خیال میں حضرتؒ کے شایان شان نہیں تھی۔ میں نے ان نوجوانوں کو ڈانٹا اور کہا کہ دو چار باتیں سنا کر اس بزرگ سے دستخط لینا چاہتے ہو جن کی تحقیق کا معیار یہ رہا ہے کہ جب تک کسی کتاب میں مطلوبہ حوالہ خود نہیں دیکھ لیتے تھے، اس کا ذکر نہیں کرتے تھے اور ایک ایک حوالہ کی تلاش میں سینکڑوں میل سفر کر کے لائبریریوں تک رسائی حاصل کرتے تھے؟ یہ ان کے ساتھ زیادتی ہے کہ دو چار باتیں سنا کر اپنی مرضی کی کسی تحریر پر ان سے دستخط کرا لیے جائیں۔ یہ بات جب میں نے والد محترمؒ کو بتائی تو انہوں نے فرمایا کہ ''تم نے اچھا کیا ہے۔''

میرا دل اب بھی اس ''فتویٰ'' کو حضرت مولانا موصوف کی تحریر نہیں مانتا، لیکن چونکہ انہوں نے اس پر دستخط فرما دیے ہیں اور اپنے دوسرے خطوط میں ان کی توثیق بھی فرما دی ہے، اس لیے بادل نخواستہ اسے ان کا موقف سمجھ کر میں نے بار بار درخواست کی ہے کہ دوسری طرف کا موقف بھی معلوم کر لیا جائے اور دوسرے فریق کو بھی اپنی بات عرض کرنے کا موقع دیا جائے۔ مگر اخبارات و جرائد میں اس سے قبل دونوں طرف سے شائع ہونے والے مضامین کو ہی کافی سمجھ کر مزید تحقیق سے صاف انکار کر دیا گیا ہے۔ مجھے اپنے بزرگوں کی خدمت میں یہ گزارش کرنے کی ضرورت خدا جانے کیوں محسوس ہو رہی ہے کہ اخبارات و جرائد کی تحریریں ایک دوسرے کے خلاف محاذ آرائی اور مکالمہ کا ذریعہ تو ضرور ہو سکتی ہیں، لیکن قضا، فتویٰ یا تحکیم کے لیے کافی نہیں ہوتیں اور نہ ہی کبھی کسی عدالت نے محض اخباری مضامین کی بنیاد پر کوئی فیصلہ صادر کیا ہے۔ فیصلہ اور فتویٰ کا اپنا دائرہ ہوتا ہے اور اس کا صحیح طریقہ کار وہی ہوتا ہے جو میں کئی بار عرض کر چکا ہوں کہ جس کے خلاف الزام ہو، اس سے جواب طلب کیا جائے اور اس کے بعد کوئی فیصلہ صادر کیا جائے۔ اس کے بغیر جاری کیے جانے والا کوئی بھی فیصلہ یک طرفہ ہوتا ہے اور اس کی کوئی شرعی حیثیت نہیں ہوتی۔

پھر حضرت مولانا سلیم اللہ خان دامت برکاتہم نے میرے خلاف یہ فتویٰ کسی ''استفتا'' کے جواب میں دیا ہوتا تو یہ بات سمجھی جا سکتی تھی کہ استفتا میں جو کچھ پوچھا گیا ہے، یہ اس کا جواب ہے۔ لیکن یہ فتویٰ کسی استفتا کے جواب میں نہیں بلکہ خود حضرت مدظلہ کی طرف سے ہے۔ اس لیے میں یہ عرض کرنے میں حق بجانب ہوں کہ ''فتویٰ'' اور فیصلے کے تقاضے پورے کیے بغیر ایک تحریر پر ان سے دستخط کرا لیے گئے ہیں۔

حضرت مولانا سلیم اللہ خان مدظلہ نے اپنے تفصیلی مکتوب میں میرے بارے میں الزامات کی جو فہرست دہرائی ہے، ان میں سے ایک بھی ایسا الزام نہیں ہے جس کا جواب نہ دیا جا چکا ہو۔ اس لیے کوئی نئی بات کہنے کی بجائے میں پہلے سے شائع شدہ مضامین میں سے ایک انتخاب ''الشریعہ'' کے زیر نظر شمارے میں شامل کر رہا ہوں اور مزید کچھ کہنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔ ان میں ہر سوال اور اعتراض کا جواب موجود ہے جو تحقیق حق کی نظر سے پڑھنے کے لیے

ان شاء اللہ العزیز کافی ہوگا۔ البتہ عمار خان کے بارے میں لگائے گئے الزامات کے بارے میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ اس کے نام کے ساتھ ''غامدی'' کا لاحقہ جوڑنے کی کم از کم ان بزرگوں سے توقع نہیں تھی، اس لیے کہ اس نے جاوید احمد غامدی صاحب سے بعض معاملات میں تلمذ ضرور حاصل کیا ہے، لیکن کیا تلمذ کے ساتھ نسبت بدل جاتی ہے؟ ہمارے مخدوم ومکرم حضرت مولانا قاضی مظہر حسین نور اللہ مرقدہ کے اساتذہ میں مولانا عبد الستار خان نیازی مرحوم اور حضرت مولانا عبد اللطیف جہلمی قدس اللہ سرہ العزیز کے اساتذہ میں مولانا محمد چراغ مرحوم، جبکہ والد گرامی حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ تعالیٰ کے اساتذہ میں مولانا غلام محمد رحمانی مرحوم اہل حدیث کا نام آتا ہے۔ تو کیا یہ بزرگ انہیں بھی نیازی اور رحمانی وغیرہ کی نسبت سے نوازیں گے؟

عمار خان کی چند سال قبل کچھ عرصے کے لیے غامدی صاحب کے ادارے کے ساتھ بطور ریسرچ اسکالر وابستگی رہی ہے، لیکن یہ بزرگ کیا فرمائیں گے کہ سر سید احمد خان مرحوم نے اپنے کالج کے شعبہ دینیات کے لیے حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے داماد حضرت مولانا عبد اللہ انصاریؒ کا انتخاب کیا تھا اور انہوں نے حضرت نانوتویؒ کے حکم پر سالہا سال تک سر سید احمد خان مرحوم کے کالج میں ملازمت کی تھی۔ کیا یہ بزرگ اس بنیاد پر مولانا محمد عبد اللہ انصاریؒ کو سر سید احمد خان مرحوم کے خیالات ونظریات کا حامل ومؤید قرار دے دیں گے؟

عمار خان نے بعض مسائل میں غامدی صاحب کے موقف کی تائید کی ہے تو بعض معاملات میں ان پر تنقید بھی کی ہے جو ''الشریعۃ'' کے صفحات میں شائع ہو چکی ہے۔ خود میں نے غامدی صاحب کے بہت سے نظریات پر تنقید کی ہے، لیکن بعض معاملات میں ان کی تائید بھی کی ہے اور یہی صحیح اور منصفانہ علمی رویہ ہے۔

مجھ پر یہ الزام ہے کہ میں عمار خان کا ناجائز دفاع کرتا ہوں۔ یہ بات درست نہیں ہے۔ میں دفاع ضرور کرتا ہوں، مگر ناجائز نہیں کرتا۔ ایک دوست میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ تم عمار خان کا دفاع کیوں کرتے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ ہمارے ہاں مزاج بن گیا ہے کہ ہر اختلاف کو کفر واسلام کا معرکہ بنا لیا جاتا ہے۔ ہر جھگڑے کو ۳۰۲ کا کیس بنانے کی کوشش کی جاتی ہے اور فرضی طور پر توہین رسالتؐ کا کیس قائم کرنے پر پورا زور صرف کر دیا جاتا ہے۔ ملک میں توہین رسالت کے بیسیوں کیس ایسے موجود ہیں جو مسلکی تعصب کی بنیاد پر درج کرائے گئے ہیں اور بے بنیاد ہیں۔ خود گوجرانوالہ میں متعدد ایسے واقعات پیش آئے ہیں۔ ایک حافظ صاحب کو توہین قرآن کریم کا مجرم قرار دے کر سڑک پر گھسیٹ کر مار ڈالا گیا، لیکن جب تحقیق ہوئی تو اس کے پیچھے مسلکی عصبیت کارفرما تھی۔ اس طرز عمل کا ایک شکار ہمارے بھانجے اور جامعہ حنفیہ تعلیم الاسلام جہلم کے مہتمم مولانا قاری محمد ابوبکر صدیق سلّمہ بھی ہیں جنہوں نے گزشتہ سال اسی قسم کے ایک جھوٹے کیس سے بمشکل جان چھڑائی ہے۔ میں نے ان صاحب سے پوچھا کہ اگر عمار خان کسی جھگڑے میں دفعہ ۱۵۱/۱۰۷ کے درجہ کا ملزم بنتا ہو اور اس کے خلاف ۳۰۲ کی ایف آئی آر کٹوانے کی کوشش کی جائے تو مجھے کس کا ساتھ دینا چاہیے؟ اس پر وہ صاحب خاموش ہو گئے۔

میں نے ہمیشہ دوستوں سے کہا ہے کہ عمار خان کے خلاف جس درجہ کی بات ہے، اتنی کرو تو میں آپ کے ساتھ